کیا بسم اللّٰہ جزو قرآن ہے؟

از حجۃ الاسلام سید قرات العین عابدی

کیا بسم اللہ جزو قرآن ہے؟

بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ علمائے اہل سنت قرآن کریم کی سب سے بڑی اور عظیم آیۂ کریمہ کے جزء قرآن ہونے کے منکر یا اس کے بارے میں خاصے اختلاف کا شکار ہیں۔ حافظ ابن کثیر اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علماء کے درمیان اتفاق ہے کہ یہ سورہ نمل کی ایک آیت ہے تاہم اختلاف اس میں ہے کہ یہ ہر سورہ کی الگ الگ آیت ہے جو اس سورے کے شروع میں لکھی گئی ہو یا ہر سورہ کی آیت کا حصہ ہے؟ یا صرف سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرے سوروں کی آیت نہیں علمائے سلف و خلف اس سب کے بارے میں اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔

سنن ابو داؤد میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہیں ہوتی تھی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے بسم اللہ کو سوٗرہ فاتحہ کے شروع میں نماز میں پڑھا اور آپ اسے ایک آیت گنتے تھے۔ ابن عباسؓ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، ابو ہریرہ، حضرت علیؑ - عطاء، طاووس، سعید بن جبیر، مکحول اور زہری کا یہی مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سوٗرہ کی ایک مستقل آیت ہے سوائے سورت برائت کے۔

نیز عبد اللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور ابو عبید قاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے تاہم مالک، ابو حنیفہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ نہ تو سوٗرۃ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورہ کی آیت ہے۔ ابن کثیر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقم کررتے ہیں: صحیح نظریہ تو یہی ہے کہ جہاں بھی قرآن کریم میں یہ آیہ شریفہ ہے وہاں پر مستقل آیت ہے۔[1]

بسم اللہ کے جزء ہونے کے مباحث اجتہادی نہیں ہیں؟

بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ بسم اللہ کے جزء ہونے کے بارے میں مباحث اجتہادی بھی ہیں اور اختلافی بھی اور بسم اللہ کا آیت ہونا اخبار آحاد سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تواتر قطعی سے ثابت ہونا چاہیے۔ ان مفسرین میں قرطبیؒ کا نام لیا جاسکتا ہے لیکن علامہ فخر رازی اس کی کھل کر تردید کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی یہ نص عبارت قابل توجہ ہے'': قال الشافعی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم آیۃ من اول سورۃ الفاتحہ۔ وتجب قرائتها

مع الفاتحہ ،وقال مالك والاوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنهما : انہ ليس من القرآن الّا فی سورۃ النمل ، ولا يقرا لا سرّاً ولا جهراً الّا فی قيام شهر رمضان فانہ يقرؤها و أمّا ابوحنيفہ فلم ينص عليہ و انما قال : يقرا بسم اللہ الرحمن الرحيم و يسرّ بها ولم يقل انها آيۃ من اول السورۃ ام لا قال يعلی : سالت محمد بن الحسن عن بسم اللہ الرحمن الرحيم فقال : ما بين الدفتين قرآن قال : قلت فلم تسرّہ قال : فلم يجبنی۔ [2]

شافعی نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ اسے قرائت کرنا ضروری ہے جب کہ مالک اور اوازعی نے کہا کہ 'بسم اللہ 'قرآن سے نہیں ہے سوائے سورۃ نمل کے۔ اور نہ بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے نہ آہستہ سوائے ماہ رمضان کی نمازوں کے اور جہاں تک ابو حنیفہ کا تعلق ہے تو انہوں نے صراحت سے اس بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ یعلی کہتا ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں فرمایا کہ جو کچھ ان دو گتوں کے درمیان ہے وہ قرآن ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگ بسم اللہ کو آہستہ کیوں پڑھتے ہیں تو وہ چپ ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

علامہ فخر رازی کی رائے:

علامہ فخر رازی بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے کو ایک اجتہادی بحث نہیں سمجھتے بلکہ ایک متواتر حدیث اور قطعی و یقینی مباحث میں سے گردانتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اجتھادی بحث یہ ہے کہ بسم اللہ کو فاتحہ کے ساتھ نماز میں پڑھنا ضروری ہے یا نہیں، بسم اللہ کو آہستہ یا باآواز بلند پڑھنا چاہیے؟ وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والذی عندی فيہ ان النقل المتواتر ثابت بان بسم اللہ الرحمن الرحيم كلام أنزلہ اللہ علی محمد ﷺ و بانہ مثبت فی المصحف بخط القرآن وعند هذا ظهرانہ لم يبق لقولنا انہ من القرآن فاهدۃ اليس من القران فائدۃ يعنی: "جو چیز میری نظر میں ہے وہ یہ کہ متواتر روایات سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اور یہ کہ قرآن کریم کے نسخوں میں بھی (تواتر کے ساتھ) اسے لکھا گیا ہے۔ پس اس بحث کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ بسم اللہ جزء قرآن ہے یا نہیں۔ [3] علامہ فخر رازی اس کے بعد اس بحث کا آغاز کرتے ہیں کہ کیا 'بسم اللہ' سورہ حمد کا جزو ہے یا نہیں؟ اور اس ضمن میں اختلاف نقل کرنے کے بعد سترہ (۱۷) دلائل پیش کرتے ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو لازم ہے۔

بسم اللہ کے جز ہونے کی دلیل قرآن اور سنت قطعیہ سے:

ہم بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے کی دلیل خود قرآن سے پیش کریں گے تاکہ کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ جو کچھ قرآن کی جلد کے اندر ہے اس کو شبہے کی نظر۔

۱۔اقراء باسم ربک

سے دیکھنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔اللہ تعالیٰ نے غار حراء میں ہونے والی سب سے پہلی وحی میں یہ حکم دیا تھا کہ تم جو بھی پڑھنا اپنے رب کے نام سے پڑھنا اور بسم اللہ اسی حکم کی اطاعت کا ایک واضح مصداق ہے جس کی تعلیم بھی خود خالق نے دی۔

۲۔ سبع المثانی

کیونکر ممکن ہے کہ خالق قرائت باسم رب کا حکم دے اور اس کی تعلیم سے محروم کر دے ؟اللہ تعالیٰ نے سوژہ میں اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا': ولقد آتیناك سبعا من المثانی والقرٰان العظیمه 'حجر ۸۷۔ یعنی: "اے حبیب ﷺ ہم نے تمہیں سبع لمثانی دی اور عظیم قرآن دیا۔" سبع مثانی سے مراد سوژہ حمد ہے جو بسم اللہ ملا کر سات آیات بنتی ہیں اور تب ہی انہیں سبع مثانی کہنا درست ہوگا پس سبع مثانی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی شامل ہے اس کی سب سے بڑی دلیل اس کا خود قرآن میں لکھا جانا شامل ہے۔ جیسا کہ سوژہ فاتحہ جب نازل ہوئی تھی تو اس میں سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تھی۔ سعودی عرب سے چھپنے والا قرآن جو سب سے زیادہ معتبر ہے یعنی عثمان طہ والا قرآن اس میں بھی سوژۃ فاتحہ میں بسم اللہ کو پہلی آیت شمار کیا گیا ہے۔اللہ کے نبی حضرت سلیمانؑ نے اپنا خط بسم اللہ کے بغیر شروع نہیں کیا تو خالق اپنا کلام کیسے بسم اللہ کے بغیر شروع کر دیتا اور اسے پڑھنے کی اجازت دیتا؟ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکہ نکر قبول کر لیا جائے کہ سوژۃ حمد میں بسم اللہ آیت نہیں ہے اور صراط الذین انعمت علھیم اور غیر المغصوب علھیم ولا الضالین الگ الگ آیات ہیں حالانکہ یہ سب صفات ہیں۔

اس کی تائید ابن عباس کی راویت سے بھی ہوتی ہے۔ سعید بن جبر ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا 'قول ولقد آیتناك سبعا من المثانی' (حجر ۸۷) اس سے مراد سوژہ حمد ہے۔ ابن عباس سے یہ پوچھا گیا کہ ساتویں آیت کون سی ہے تو انہوں نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ پر اختلاف کرنے سے اس کے قطعی اور متواتر ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اس لئے کہ اختلافی مباحث اور شبہات بعد میں وجود میں آئے اور پہلے اس طرح کی کوئی چیز نہ تھی۔ بسم اللہ کی تکرار سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ بسم اللہ سورتوں کو جزو نہیں اس لئے کہ بہت سی آیات میں تکرار ہے بلکہ بسم اللہ ہر آیت کا نقطہ آغاز ہے۔اس سورے سے حاصل ہونے والے فائدے کے معنی انجام کی ضامن بھی ہے۔

۳۔امیر شام اجماع صحابہ:

منقول ہے کہ امیر شام مدینہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی وہ نماز بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ اورجب انہوں نے نماز مکمل کر لی تو انصار ومہاجرین نے ہر طرف سے آوازیں نکالیں کہ کیاآپ بھول گئے ہیں؟ جب آپ نے سورہ حمد پڑھی تو بسم اللہ کہاں گئی؟ پس معاویہ نے دوبارہ نماز پڑھائی اور بسم اللہ پڑھی۔ یہ روایت بخوبی ولالت ہے کہ بسم اللہ کا جز و فاتحہ ہوناایک قطعی ثبوتی امر تھا۔ صحابہ کرام کااس کے بارے میں اجماع تھااور اختلاف کے شبہے بعد میں القاء کئے گئے ہیں جس سے یہ مسئلہ اجتھادی واختلافی نہیں بن سکتا۔

۴۔حدیث رسول ﷺ:

یہ حدیث فریقین کے نزدیک قطعی و مسلم الصدور ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: 'کل امر ذی بال لم یبدأ فیه بسم الله الرحمن الرحیم فهو أبتَر یعنی: ہر وہ اہم کام جسے اللہ کے نام سے نہ شروع کیا جائے ناقص ہے۔" لہٰذا اگر کسی نے فاتحہ پڑھی اور بسم اللہ نہیں پڑھی تو اس کی فاتحہ ناقص ہے۔اور اگر کسی نے نماز میں ناقص فاتحہ پڑھی تو اس کی نماز بھی ناقص ہے۔ پس نہیں معلوم بعد میں آنے والے علماء کو یہ شبہہ کیسے پیش آیا؟البتہ جن احادیث میں یہ نقل کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے الحمد للہ رب العالمین پڑھا اس سے مراد سورہ حمد کے نام کی طرف اشارہ ہے نہ یہ کہ الحمد بسم اللہ کے بغیر پڑھنا روا ہے۔

تفسیر طبری پر اعتراض:

تفسیر طبری بنیادی طور پر ایک روائی تفسیر ہے جو روایات اور احادیث کے ذریعے سے تفسیر کرتی ہے لیکن اس کے باوجود کہ وہ اس ضمن میں موصول ہونے والی قطعی روایات کو نقل کرکے شبہات کی گرد کو اجماع صحابہ کی زمین سے پاک کر سکتی تھی لیکن انہوں نے اس مسئلہ میں صرف نقل اختلاف پر اکتفا کیا۔ یہ ایک خوشایند امر ہے کہ نامور مفسرین کی اکثریت بھی اس نقل کردہ اختلاف کے باوجود جو بعد کے ادوار میں ڈالا گیا' اسی کے قائل ہیں کہ بسم اللہ جزء قرآن ہے۔ سید قطب فی ظلال القران آلوسی المعانی میں علاء الدین بغدادی تفسیر الخازن میں شوکانی' فتح القدیر' میں رشید رضا تفسیر المنار میں اور سیوطی المنثور میں اس کے قائل ہیں۔

حیرت کا مقام ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے نام کو اس کے کلام سے الگ کرنے کی کوشش کریں جب کہ قرآن کریم حضرت عثمان کے دور میں اجماع صحابہ سے مرتب ہوا اور اس پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ جبکہ ابن سعد طبقات میں اور ابن ابی شیبہ 'احمد' ابو داود' ابن خزیمہ اور ابن انباری نے مصاحف میں اور دار قطنی' حاکم' بیھقی اور ابن

عبد اللہ نے ام سلمہ سے حدیث نقل کی کہ نبی کریم ﷺ سورہ حمد کو ہمیشہ بسم اللہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور بسم اللہ کو ایک آیت گنتے تھے۔[4]

بیہقی کی دلیل:

بیہقی نے کہا: اصحاب تفسیر کی بہترین دلیل کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن میں سے ہے اور اسے ہر سورے کے شروع میں پڑھنا چاہیے سوائے سورہ برائت کے وہ بات ہے جو ہم نے نقل کی ہے کہ جب صحابہ کرام نے اسے قرآن کریم کے نسخوں میں لکھا اور ہر سورہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیا ماسوائے سوۂ برائت کے پس کیونکر ایک وہم کرنے والا وہم کر سکتا ہے کہ صحابہ نے 113 عدد آیات قرآن میں لکھ دیں جب کہ وہ قرآن میں نہیں تھیں اسی نظریہ کی تائید علاالدین بغدادی بھی تفسیر الخازن میں کرتے ہیں۔

آلوسی کا نظریہ :

آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں سولہ دلائل قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں: 'ان الصحیح من مذھبنا ان بسم اللہ الرحمن الرحیم آیۃ مستقلہ وھی من القرآن'[5] ہمارے قائم کردہ نظریات میں سے صحیح نظریہ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک الگ آیت ہے اور یہ قرآن کا حصہ بھی ہے۔

ابوداؤد کی صحیح حدیث :

ابو داؤد نے ابن عباس سے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی کو حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ: کان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم '[6]
یعنی: "آنحضرت ﷺ سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے سے۔"

شوکانی کی رائے:

علامہ شوکانی مستند روایات نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں: واحادیث الترک وان کانت اصح ولکن الاثبات ارجح مع کونہ خارجاً من مخرج صحیح فالاخذ بہ اولی، ولا سیّما مع امکان تأویل الترک وھذ یقتضی الثبات الذاتی، اعنی کونھا قرآناً 'والوضعی أعنی الجھر بھا عند الجھر بقراءۃ یفتتح بھا من السور فی الصلاۃ[7] یعنی: "احادیث ترک بسم اللہ اگرچہ سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہیں لیکن بسم اللہ کے جزو ہونے کی روایات ان پر ترجیح رکھتی ہیں یہ روایات بھی صحیح اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہیں پس ان کو اخذ کرنا اور ان پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے خاص کر جب ہم بسم اللہ کو ترک کرنے والی روایات کی تاویل بھی کر سکتے ہیں اور یہ بات خود

متقاضی ہے کہ اگر روایات نہ بھی ہوں تب بھی بسم اللہ خود سے لکھا ہونا ہی ثابت کر دیتا ہے کہ وہ قرآن کا جزو ہے اور اس کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسے نماز میں سورتوں کے شروع میں بلند آواز سے پڑھنا یا آہستہ پڑھنا ایک اجتہادی اور الگ مسئلہ ہے لیکن بسم اللہ کا جزء قرآن ہونا اظہر من الشّمس ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ حافظ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر، لاہور واز نیاز، ص ۶۳، جلد اول
2۔ الفخر الرّازی، تفسیر الکبیر، بیروت، داراحیاالتراث ۲۰۰۱ء جلد۔ا۔ ص ۱۷۲
3۔ التفسیر الکبیر، ج۔ا۔ ص ۱۷۳
4۔ سیوطی۔ الدّارالمنشور، تہران: مکتبہ الاسلامیہ۔ ج۔ا۔ ص۔۷
5۔ علاء الدین بغدادی، تفسیر الخازن۔ بیروت: دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۵۔ ج۔ا۔ ص۔۱۸
6۔ آلوسی، تفسیر روح المعانی،۔۔۔۔۔۔ج۔ا۔ احیاالتراث ۱۹۹۹ء
7۔ الشوکانی، فتح القدیر۔ بیروت: دار لکتب العلمیہ ۲۰۰۰ ج۔ا۔ ص ۱۵۔